© rasailojaraid.com

بصورت دیگر 59 اسلامی ممالک کے انتشار و اختلاف یا کم از کم بے تعلقی کے عالم میں 39 ممالک کا ایک پلیٹ فارم پر اجتماع بہت بڑی غنیمت ہے۔لہٰذا جنرل صاحب کو یہ شرط واپس لینا چاہیے۔

''**دوسری شرط**'' کے بارے میں عرض یہ ہے کہ 39 اسلامی ممالک کے اتحاد کو فرد واحد کی مطلق العنانی کی نذر کرنا محل غور ہے۔آپریشن ضرب عضب کی کامیابی کے تناظر میں قوم جنرل صاحب کی قیادت کی خواہاں ہے؛ ورنہ بعض بڑے مجرموں کے کندھوں پر دست شفقت کے حوالے سے ان پر تحفظات بھی ہیں۔ لہٰذا امت مسلمہ کی مشترکہ طاقت کو مقتدر اسلامی حکمرانوں کی کمیٹی کے تابع رکھنا بہتر اور نتیجہ خیز ہوگا۔

''**تیسری شرط**'' معقول اور اسلامی احکام کے عین مطابق ہے۔خوگرِ امن حضرت رسالت مآب ﷺ بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' میں کافروں سے جنگ پر قبولیت اسلام اور مصالحت کو ترجیح دینے کی تلقین فرماتے تھے۔لہٰذا اسلامی اتحاد کے لیڈر کو ثالثی کا اختیار ضرور ملنا چاہیے۔

سرکاری سکولوں کو کامیاب بنانے کی کوششیں

موجودہ حکومت نے نونہالانِ قوم کی تعلیم و تربیت کی خاطر سرکاری سکولوں کی خدمات اور کارکردگی میں بہتری لاتے ہوئے کچھ خاص اقدامات اٹھائے ہیں: **جزاھم اللہ خیرًا**

(۱) **تدریس قرآن مجید:** سکولوں کے نصاب تعلیم میں ناظرہ اور ترجمہ قرآن مجید کو شامل کرنے کا حکم نہایت قابل ستائش اور آئین پاکستان کی حمایت میں ایک مثبت قدم ہے۔

(۲) **تعلیمی سہولتیں:** محکمہ تعلیم کو از سر نو کامیاب بنانے کی خاطر سکولوں میں مفت درسی کتابوں کی فراہمی کا منصوبہ قابل قدر ہے۔البتہ اس منصوبے کی عملی تنفیذ میں تأخیر سے طلباء کا ناقابل تلافی تعلیمی نقصان ہو رہا ہے؛ کیونکہ اس پروگرام کی وجہ سے درسی کتابیں بازار میں بھی ناپید ہیں۔

(۳) **میرٹ کی بحالی:** ماشاء اللہ! اس سال گلگت بلتستان میں میرٹ کی بنیاد پر اساتذہ کی تقرری کر کے کرپشن اور بدعنوانی کے سابقہ ریکارڈوں کو توڑنے کی کامیاب کوشش کی گئی۔ یہ سلسلہ مکمل طور پر رائج ہو جائے تو قوم کے لیے ترقی کی راہیں کھل جائیں گی۔ان شاء اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درس قرآن مجید

تراشِ رحمانی درفوائد قرآنی

ڈاکٹر محمد اسماعیل امین

سورۃ البقرۃ آیت ۶۷ تا ۷۳ سے مستنبط فوائد

فائدہ نمبر۱: فرمان الٰہی: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ [۶۷] یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فعلِ امر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی۔ یہ نہیں کہا کہ میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ بلکہ غائب کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے؛ کیونکہ یہ اسلوبِ بیان زیادہ مؤثر ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھی اجاگر کرنا مقصود ہے۔ یعنی وہ عظیم اللہ تمہیں حکم فرمارہا ہے۔ اسی طرح ایک داعیِ حق کے لیے شرعی اوامر کو قبول کروانے کے لیے زیادہ مؤثر طریقے اور اسباب اختیار کرنے چاہئیں۔ [ابن العثيمين]

فائدہ نمبر۲: زیرِ تفصیل آیات میں بنواسرائیل کی گائے کا قصہ آیا ہے۔ اس سورت میں اور بھی بہت سارے احکام شریعت اور سابقہ امتوں کے قصے مذکور ہیں۔ لیکن اس قصے کی اہمیت کے پیشِ نظر سورت کا نام البقرۃ رکھا گیا۔ اس قسم کا نام تسمية الجزء باسم الكل (کل کو جزو کا نام دینا) کہلاتا ہے۔

فائدہ نمبر۳: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ آیت مبارکہ میں گائے کی طرف ''ذبح'' کی نسبت ہوئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے کو حلال کرنے کا شرعی طریقہ ''ذبح'' ہے۔ نص قرآنی کے ساتھ منحر (ہنسلی) سے مذبح (حلق) زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے گائے کو ذبح کرنا افضل ہے۔ جبکہ اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے۔ لیکن امام ابن المنذر کہتے ہیں: ذبح والے جانور کو نحر کرنے اور نحر والے جانور کو ذبح کرنے کے جواز پر علماء میں کوئی اختلاف نہیں۔ [ابن عطية، القرطبي، ابن كثير، فتح الباري ۷۰۲/۳]

فائدہ نمبر۴: مذکورہ آیت میں قاتل کی نشاندہی کرنے کے لیے گائے کی تخصیص کیوں کی گئی؟

اس حوالے سے کتاب وسنت میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ البتہ امام قرطبی نے امام ماوردی سے نقل کی ہے کہ اہل مصر کی غلامی کے دوران غالب قوم کے اثر سے بنی اسرائیل میں گائے کی تقدیس کا وہم سرایت کر گیا تھا۔ تقدس کا نظریہ اس وقت ظاہر ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس عقیدے کی بیخ کنی کے لیے گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے مذاق سمجھا کہ بھلا گائے بھی ذبح کی جا سکتی ہے!! اور یہ اسی طرح کی بات ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی بت پرستی کو صریح گمراہی قرار دیا، تو اس پر انہیں اعتبار نہ آیا کہ بت پرستی کو گمراہی کیسے کہا جا سکتا ہے!! کہنے لگے:

﴿أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ﴾ [الأنبياء ٥٥، القرطبي، بغوي، الفرقان]

بنی اسرائیل کی بچھڑا پرستی بھی ان کی اسی ذہنی خلفشار اور ضعف عقیدت کا شاخسانہ ہو سکتی ہے۔ (ابومحمد)

فائدہ نمبر۵: مذکورہ قصہ سے بنی اسرائیل کا احمقانہ رویہ اور ان کی بے وقوفانہ حرکتیں مختلف پہلوؤں سے ظاہر ہو رہی ہیں:

{1}: جب بنی اسرائیل سے ان کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، تو انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو مذاق اور استہزاء کے ساتھ متہم کرتے ہوئے کہا: ﴿أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ اور یہ ان کا اپنے انبیاء ورسل کے ساتھ انتہائی بے ادبی اور توہین آمیز سلوک تھا۔ بظاہر اللہ تعالیٰ کے کسی نبی علیہ السلام کے ساتھ اس طرح کی بے ادبی ''کفر'' ہے؛ لیکن بعض علماء نے اس کو ان کی ''جہالت اور طبعی شدت وجفا'' پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ ایک غلیظ طبیعت شخص نے ہمارے نبی ﷺ کو غنیمتِ حنین کی تقسیم کے موقع پر کہا تھا کہ ''اس میں رضائے الٰہی کا خیال نہیں رکھا گیا۔'' [البخاري ٣١٥٠] اور ایک شخص نے کہا: **''اعدلْ یا محمدُ''** [ابن ماجه ١٧٢] یہ سب ان کی انتہائی جہالت اور احمقانہ رویہ پر محمول ہے۔

{2}: بنی اسرائیل نے حکم کردہ گائے کی وضاحت کا بار بار مطالبہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ادْعُ لَنَا رَبَّكَ﴾ ''اپنے رب سے دعا کر'' کہ وہ گائے کی جملہ صفات واضح کرے۔ یہ کہنے کی توفیق نہیں ہوئی: ''اللہ سے دعا مانگیے، ہمارے رب سے دعا کیجیے۔'' اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب قرار دیا۔ یہ اسلوبِ کلام رب العالمین کی ربوبیت سے ان کی لاتعلقی کا اشارہ دے رہا ہے، اور ان کے تکبر وغرور کا عملی ثبوت پیش کر رہا ہے۔

{3}: بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ ایک گائے ذبح کرو۔ وہ کوئی گائے ذبح کر لیتے تو کافی اور بہتر تھا۔ لیکن وہ اس حکم سے جان چھڑانے کے لیے بہانے تراشتے رہے۔ پہلے انہوں نے اپنے رسول علیہ السلام سے کہا: کیا آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ پھر کہا: ہمیں بتا دیں کہ وہ گائے کیسی ہونی چاہیے؟ پھر اس کے رنگ کے بارے میں سوال کیا۔ پھر مزید وضاحت کا مطالبہ کر بیٹھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

{4}: ﴿قَالُوا الْاٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ﴾ بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنا کہ اب آپ حق بات لے آئے ہیں۔ یہ اسلوب بھی انتہائی نازیبا ہے۔ امام طبری نے اس میں مفسرین کی دو رائے نقل کی ہیں:

(ا) گویا وہ یوں کہہ رہے تھے: پہلے تو آپ ہمیں زیادہ صحیح بات نہیں بتا رہے تھے؛ ابھی حق بتایا ہے۔ اس توجیہ کے تحت بعض اسلاف نے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہہ کر بڑی بدتمیزی کی ہے۔ اور وہ اپنے اس قول ہی کی وجہ سے مرتد ہوئے تھے۔ لیکن امام طبری نے اس توجیہ کو رد کرتے ہوئے کہا کہ جب اللہ پاک نے یہ خبر دی کہ آخر انہوں نے مطلوبہ گائے کو تلاش کر کے ذبح کر لی۔ پھر بھی ان کا ''ابھی آپ حق لے آئے ہیں'' کہنا بالکل غیر مناسب تھا۔

(ب) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے گائے کی صفات واضح کر دیں۔ یہ پہلی توجیہ سے ہلکی ہے۔ لیکن ان کا یہ بھی کہنا درست نہیں تھا، کیونکہ جب انہیں یہ کہا گیا کہ ایک عدد گائے ذبح کرو۔ اگر وہ کوئی گائے ذبح کر لیتے تو یہ فرض ادا ہو جاتا۔ [الطبري، السعدي، ابن العثيمين]

فائدہ نمبر ۶: ﴿قَالُوْا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاق کرنا جہالت اور بے وقوفی والا کام ہے؛ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جاہلوں کی صفت قرار دی ہے۔ مذاق کرنے میں دوسرے کی تحقیر اور تنقیص ہوتی ہے۔ مسلمان کی تحقیر حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور شعائر دین کے ساتھ تمسخر اور استہزاء خطرناک گناہ ہے، جس کی وجہ سے بندہ دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جب منافقین نے غزوہ تبوک میں نبی ﷺ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں توہین آمیز باتیں کہیں، پھر رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا: ہم صرف مذاق اور وقت گزاری کی باتیں کر رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو کفر قرار دیا۔ ﴿قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ [التوبة ٦٤-٦٦]

تنبیہ: کسی کے ساتھ استہزاء یعنی ٹھٹھا کرنا جائز نہیں۔ البتہ مزاح کرنا یعنی خوش طبعی کی باتیں کرنا جائز ہے۔ محدثین کرام نے ''کتاب الادب'' کے تحت ''باب المزاح'' میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مزاحیہ خوش طبعی کی باتیں نقل کی ہیں۔ امام بخاری نے صحیح میں ذکر کیا ہے: باب الانبساط إلى الناس وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ: خالطِ الناسَ ودينَك لا تَكلمنَّه والدعابة معَ الأهلِ یعنی لوگوں کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ رہنا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں کے ساتھ میل جول رکھا کریں، ان کے ساتھ ہنسی مزاح کیا کریں، لیکن اپنے دین کو ہرگز مجروح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہونے دیں۔اور اہل وعیال کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے کا بیان۔اس باب کے تحت حضرت انس ﷜ کی حدیث بیان کی:

''رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے اور میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر ﷜ سے ایک دن مزاح کے طور پر فرمایا: ''اے ابو عمیر! تیرے بلبل کو کیا ہوا؟'' [البخاري ح:٦١٢٩]

تفصیلی روایات میں آیا ہے کہ حضرت انس ﷜ کا بھائی ایک بلبل سے کھیلتا تھا۔ایک دن پرندہ مرنے کی وجہ سے بچہ اداس بیٹھا تھا،تو آپ ﷺ نے اس کی دلجوئی کے لیے مزاح کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کے لیے اونٹ مانگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''میں تجھے اونٹنی کا بچہ سواری کے لیے دوں گا۔'' اس نے عرض کی: میں اونٹنی کے بچے سے کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''ہر اونٹ'اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔'' [الترمذي ح:١٩٩١]

اس طرح کی احادیث صحیحہ سے علماء کرام نے ہنسی اور خوش طبعی کے جواز کے لیے کچھ شرعی اصول اور شروط اخذ کیے ہیں:

(ا) مزاحیہ بات حق اور سچائی پر مبنی ہونی چاہیے۔جیسا کہ صحابہ کرام ﷢ نبی اکرم ﷺ سے کہا کرتے تھے: آپ بھی ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟! تو آپ ﷺ فرماتے:''إني لا أقولُ إلا حقًّا'' [الترمذي ح:١٩٩٠] ''میں مزاح کے طور پر بھی سچ اور حق بات کرتا ہوں۔''

(ب) اس سے کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔اگر مذاق سے کسی کی تحقیر وتنقیص لازم آئے تو یہ جائز نہیں ہے۔اسی طرح یہ خیال بھی رکھنا چاہیے کہ مخاطب اس سے برا نہ مانے اور اذیت نہ محسوس کرے۔

(ج) ہنسی مزاح کبھی کبھار ہی کرنا چاہیے۔کیونکہ اس کی عادت اور کثرت بندے کو ذکر الٰہی سے غافل کرتی ہے۔اور دلوں کی سختی کا سبب بنتی ہے، جو گناہ کی جڑ ہے۔زیادہ مذاق کرنے سے لوگوں کے سامنے بندے کا وقار کم ہو جاتا ہے۔ [فتح الباري ١٠/٦٤٥، تحفة الأحوذي ٦/١١٥]

(د) حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے مروی مذکورہ بالا اثر سے یہ شرط واضح ہے کہ دینی احکام ومسائل میں ہنسی مذاق بالکل جائز نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر ہنسی مزاح اور خوش طبعی سے متعلق مزید احادیث مبارکہ کے لیے سنن أبي داود کتاب الأدب اور سنن الترمذي کتاب البر والصلة میں باب ماجاء في المزاح کا مطالعہ کیجیے۔

فائدہ نمبر٦: ﴿قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محتاج ہے۔ پس بندوں کو صرف اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا اور شر سے تحفظ کی دعا کرنی چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر نے اپنی محتاجی کا اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ مجھے احکام الٰہیہ کے بارے میں ہنسی مذاق کرنے سمیت ہر جاہلانہ صفت سے محفوظ رکھ۔

ہاں اگر کسی مخلوق کی طاقت کے اندر کوئی مسئلہ ہو، تو ظاہری سبب کے مطابق اس مخلوق سے بھی پناہ لی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ فتنوں سے بچنے کی تدبیر کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''فمنْ وجدَ ملجأً أو معاذًا فليَعُذْ به'' [البخاري ح:۷۰۸۱] ''اگر کوئی فتنے سے بچنے کی جگہ یا پناہ گاہ پائے تو اس کی پناہ حاصل کرلے۔''

فائدہ نمبر ۷: اسلام دین بصیرت ہے، کسی بھی شخص کو جہالت کی بنیاد پر عبادت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لیے ضرورت کے موقع پر علماء سے سوال کرنا ضروری ہے۔ ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ﴾ [النحل ۴۳-۴۴] ''اگر تم نہیں جانتے، تو اہل ذکر سے پوچھا کرو، واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ۔'' ارشادِ نبوی ہے: ''إنّما شفاءُ العِيِّ السؤالُ'' [أبو داؤد ح:۳۳۶] ''جہالت کا علاج سوال کرنا ہی ہے۔''

ہر چیز کا موقع محل ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کی گائے سے متعلق غیر ضروری سوالات سے بے جا سوال کرنے کی قباحت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ عمل پر آمادہ انسان فضول سوالات نہیں کرتا۔ بنو اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا سادہ حکم دیا گیا۔ لیکن وہ سوال در سوال کر کے مشکلات میں پڑ گئے۔

اسی لیے مسئلہ واضح ہونے کے بعد تکلفات اور بے موقع سوالات سے منع وارد ہوا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ [المائدة ۱۰۱] ''ایماندارو ان چیزوں کے بارے میں سوال مت کیا کرو، اگر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بھاری لگے۔'' نبی کریم ﷺ بے جا سوال سے منع فرماتے ہوئے گویا ہیں: ''جس بات کا میں تمہیں حکم دوں اس پر مجھے رہنے دو؛ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو صرف کثرت سوال اور انبیاء کرام کے ساتھ ان کے اختلاف نے ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔'' [البخاري ح:۷۲۸۸]

خاص طور پر عہد نبوی میں غیر ضروری سوال کرنے سے منع تھا، جس کی وجہ سے امت پر سختی کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے: ''أعظمُ المسلمينَ جرمًا مَن سألَ عن شيءٍ لم يحرَّمْ فحُرِّمَ على الناسِ مِن أجلِ مسألتِهِ'' [البخاري ح:۷۲۸۹، مسلم ح:۶۰۷۱] ''جرم کے لحاظ سے سب سے بڑا شخص وہ ہے، جو کسی جائز مسئلے کے بارے میں سوال کرتا ہے، اور اس میں اتنا کریدتا ہے، جس کی وجہ سے وہ جائز کام لوگوں پر حرام ہو جاتا ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فائدہ نمبر۸: جب بنو اسرائیل نے پہلا سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دے کر فرمایا: ﴿فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ﴾ یعنی مزید سوالات مت کرو، جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسی پر عمل کرو۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔

یہاں سے علمائے اصول نے مسئلہ استنباط کیا ہے: ''الأمرُ للوجُوبِ'' یعنی کتاب وسنت میں وارد ہر حکم وجوب پر محمول ہے۔ اسے استحباب یا جواز پر محمول کرنے کے لیے دلیل یا قرینہ ضروری ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: ''لو لا أن أشقَّ علی أمتي لأمرتهم بالسواکِ عندَ کل صلاةٍ'' [متفق علیه] یعنی اگر میں حکم دیتا تو امت پر مشقت کا باعث ہوتا؛ کیونکہ حکم پر عمل واجب ہے اور استحبابِ مسواک بالا جماع ثابت ہے۔ جمہور علماء نے ایک اور اصولی قاعدہ اخذ کیا ہے: ''الأمرُ یقتضِي الفورَ'' آیت مبارکہ سے اس کا استدلال ﴿فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ﴾ سے کیا گیا ہے۔ [القرطبي]

فائدہ نمبر۹: حضرت ابن عباس ﷺ اور متعدد تابعین سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا، تو وہ کوئی بھی گائے ذبح کرتے' کافی تھا۔ لیکن وہ غیر ضروری سوالات کی وجہ سے مشقت میں پڑ گئے۔ امام طبری اسلاف کی روایات کی روشنی میں ایک قاعدہ اخذ کرتے ہیں کہ کتابِ الٰہی اور سنت نبوی میں جو عموم پائے جاتے ہیں، انہیں اپنے ظاہری عموم پر محمول کرنا چاہیے۔ جب تک دیگر شرعی دلائل سے تخصیص ثابت نہ ہو جائے۔ اس مسئلے میں امام طبری نے الرسالة مِن لطیفِ القولِ في البیان عن أصولِ الأحکامِ تصنیف کی ہے۔ [تفسیر الطبري]

امام طبری کی مذکورہ وضاحت سے ان تمام باطنی اور منحرف فرقوں پر رد ہوتا ہے، جو کہتے ہیں کہ نصوص شریعت کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ یا بقول بعض ظاہری عموم کے ساتھ کوئی باطنی معنی بھی مراد ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر وہ کئی عمومی نصوصِ شریعت میں تخصیص پیدا کرتے ہیں اور اپنی وضع کردہ خرافات کے لیے استدلال کرتے ہیں۔

فائدہ نمبر۱۰: مذکورہ واقعے میں جتنی سختیاں آئیں، ان کا اصل سبب دینی امور میں ان کی سختیاں تھیں۔ پس جو اپنے اوپر جتنی سختی کرے، اتنی ہی اس پر سختیاں بڑھتی جائیں گی۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت ملنے کے بعد پہلی بار اسے رد کرے، تو اس پر مزید مشکلات اور سختیوں سے دوچار ہونے کا خطرہ ہوگا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''إنّ الدینَ یسرٌ، ولن یشادَّ الدینَ أحدٌ إلا غلبَه'' [البخاري ح:۳۹] ''بلاشبہ دین آسان ہے۔ اگر کوئی اس میں سختی پیدا کرے تو وہ شخص ضرور مغلوب ہوگا۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے حق واضح ہونے کے بعد ٹھکرانے پر توفیق الٰہی کا راستہ بند ہونے کی وعید بیان فرمائی ہے:

﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝﴾ [الأنعام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۱۰] ''اور ہم ان کے دلوں اور نگاہوں کو پلٹ دیں گے، جس طرح وہ پہلی بار (حق کو جاننے کے بعد) ایمان نہ لائے، اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے چھوڑ دیں گے۔''

فائدہ نمبر ۱۱: ﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا﴾ مذکورہ قصے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود یہودیوں کو مخاطب فرمایا؛ جبکہ یہ واقعہ ہزاروں سال پہلے پیش آیا تھا۔ اس طرح کے اسلوب کے بارے میں مختلف توجیہات گزر چکی ہیں۔ اہم ترین توجیہ یہی ہے کہ دورِ نبوت کے یہود بھی اپنے ان آباء واجداد کے کرتوت پر راضی اور ان جیسے کردار پر قائم تھے۔ الشیخ ابن العثیمین نے کہا ہے کہ تمام یہودی ایک امت ہیں۔ تو امت کے پہلے طبقے کے کرتوت سے آخری طبقے کے لوگ بھی مذمت اور ملامت میں شامل ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱۲: قرآن مجید آخری کتاب الٰہی اور آخری نبی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ اس لیے اس کا اسلوبِ بیان بھی تمام کتابوں سے مختلف اور انوکھا ہے۔ مضامین قرآنی میں ترتیب، تبویب اور فصول کا اہتمام نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر باب ثالث میں اس اسلوب کی توضیح اور اس کی حکمتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ بات مسلمہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیات کی ترتیب دیتے تھے۔ اس لیے آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ اور اسی ترتیب میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ عَلِمَهَا مَن علمها وجَهِلها مَن جهلها زیرِ تفسیر آیتوں کی ترتیب میں بھی کچھ تقدیم وتاخیر ہے۔ کیونکہ یہ قصہ بنو اسرائیل کے ایک شخص کے قتل سے شروع ہوا، اس لیے اس کا مقام پہلے تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کا حکم پہلے بیان فرمایا۔ اس بارے میں اہم توجیہات درج ذیل ہیں:

قرآن مجید قصہ کہانی کی کتاب نہیں۔ بلکہ قصوں کے ذکر کا اصل مقصد وعظ ونصیحت ہے۔ اسی لیے قصے سے استنباط شدہ اصولوں اور ہدایات کی اہمیت کے پیش نظر اس کے اسلوب میں تقدیم وتاخیر ہوئی ہے۔ زمخشری سے منقول ہے: تاکہ بنی اسرائیل کی نافرمانی کے متعدد مناظر سامنے آئیں۔ مثلاً گائے ذبح کرنے سے پہلو تہی کرنا، ناحق قتل کرنا، پھر اسے چھپانے کے لیے کسی اور پر الزام دھرنا۔ اگر آیات کی ابتدا قتل سے ہوتی تو یہ ایک ہی واقعہ لگتا۔ امام رازی کہتے ہیں: کبھی قرآن مجید میں حکم سے پہلے سبب اور کبھی سبب سے پہلے حکم بیان ہوتا ہے۔ [منقول من فتح القدير للشوكاني]

امام ابوحیان کہتے ہیں کہ آیات کی ترتیب واقعہ کی ترتیب کے عین مطابق ہے۔ یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ انہیں اس کا راز معلوم نہ تھا۔ پھر ان میں قتل کا واقعہ رونما ہوا، جس سے گائے ذبح کرنے کی ایک اور حکمت واضح ہوئی۔ شیخ بھٹوی صاحب اسے واقعتاً وزن دار قرار دیتے ہیں۔ لیکن جمہور مفسرین نے پہلی رائے کو ترجیح دی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔امام قرطبی نے اسی آیت کے تحت تقدیم وتاخیر کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے۔[واللہ أعلم]

فائدہ نمبر ۱۳: فرمانِ الٰہی ﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ ......﴾ سے یہ مسلمہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو انسانی منفعت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔اور مفید حلال جانوروں میں گائے بھی شامل ہے۔گوشت اور دودھ کے علاوہ رہٹ میں جوت کر پانی نکالنا اور ہل جوتنا بھی اس کے فوائد میں شامل ہے۔ جدید مشینری کے دور میں بھی بعض جگہ یہ طریقے جاری ہیں۔[ابن العثیمین]

امام بخاری نے **كتاب المزارعة باب استعمال البقر للحراثة** میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص بیل پر سوار تھا، ایک اور روایت کے مطابق وہ اسے مار بھی رہا تھا، بیل نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: مجھے ہل جوتنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، سواری کے لیے نہیں۔ یہ واقعہ سن کر اہل مجلس نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس واقعے پر میں نے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے ایمان لایا'' وہ دونوں اس جگہ موجود نہ تھے۔ [البخاري ح: ۲٦۹۰، ۳۲۲٤، ۳٤۷۱، ۳٦٦۳] ثابت ہوا کہ جانوروں سے ان کی عادات سے زائد کام لینا درست نہیں۔[فتح الباري ٦/٦٤٢]

فائدہ نمبر ۱۴: ذبح شدہ گائے کے ایک عضو کے مارنے پر مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی نشاندہی کر کے مر جانا قدرتِ الٰہی کا اظہار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک بڑا معجزہ تھا۔[ابن عطیة، ابن العثیمین] اسی طرح کے معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بار ہا ظاہر ہوئے، آپ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

امام شافعی کہتے ہیں: جتنے معجزے ہمارے نبی ﷺ کو عطا ہوئے، اتنے کسی اور نبی علیہ السلام کو نہیں ملے۔ حافظ ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تھا، تو ہمارے نبی ﷺ کو اس سے بڑھ کر معجزے عطا فرمائے۔ آپ ﷺ سے جدائی پر کھجور کا تنا رونے لگا۔[فتح الباري ٦/٧٤٩]

فائدہ نمبر ۱۵: مقتول کے جی اٹھنے سے استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمام لوگوں کے جی اٹھنے کی قدرت کا اعلان فرما رہے ہیں۔ جو کفار کے لیے ہمیشہ حیرت کا باعث رہا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ مختلف اسالیب میں اس حقیقت کو ثابت فرمایا ہے۔سورۃ البقرۃ میں اس کی پانچ مثالیں آئی ہیں:

۱: ﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾ [٥٦] ۲: دوسری مثال یہی واقعہ ہے۔ ۳: ﴿فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ﴾ [٢٤٣] ۴: ﴿فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ...... وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ﴾ [٢٥٩] ۵: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ......﴾ [٢٦٠]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ حقیقی واقعات کے ذریعے ہمیں عبرت کا درس دیتے ہیں کہ سب کو اسی طرح دوبارہ زندہ کر کے حساب لے گا اور جزا و سزا دے گا۔ پس عقل مند ہیں وہ لوگ جو روزِ آخرت پر ایمان رکھ کر اس کی تیاری کرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ [ابن كثير، أحسن التفاسير]

فائدہ نمبر ۱۶: بنو اسرائیل میں اس واقعہ قتل کا سبب کیا تھا؟ مختلف روایات میں ایک سبب یہ آیا ہے کہ قاتل نے اپنے دولت مند موروث کی وراثت جلدی حاصل کرنے کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ دوسرا سبب یہ منقول ہے کہ قاتل مقتول کی بیٹی سے شادی کا خواہشمند تھا۔ مقتول چچا نے اپنے بھتیجے کی منگنی مسترد کی تھی۔ [الطبري، ابن كثير، القرطبي]

مذکورہ اسباب میں دنیاوی مال جمع کرنے میں بے راہروی کا شکار ہونا اور عورتوں کے فتنے میں مبتلا ہونا بہت سے گناہوں کی جڑ ثابت ہوتی ہے۔ زر، زن اور زمین بہت سے لوگوں میں اختلافات کا باعث بنتے ہیں۔

اسی لیے نبی پاک ﷺ نے ان فتنوں سے بچنے کی خاص تلقین فرمائی ہے: "إنّ الدنيا خَضِرَةٌ حُلوةٌ وإنّ اللّٰهَ مستخلِفُكم فيها فينظر كيفَ تعملون، فاتقوا الدنيا واتقوا النساء، فإنّ أولَ فتنةِ بني اسرائيلَ كانت في النساءِ" [مسلم ح:٦٨٨٣] "یہ دنیا یقیناً میٹھی اور سرسبز و شاداب ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں بسائے گا اور آزما کر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل انجام دیتے ہو۔ پس تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو! یقیناً بنی اسرائیل سب سے پہلے عورتوں کے فتنے میں مبتلا ہوئے تھے۔" حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ما تركتُ بعدي فتنةً أضرَّ على الرجالِ مِن النساءِ" [البخاري ح:٥٠٩٦] "میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے خواتین سے بڑھ کر کوئی فتنہ زیادہ نقصان دہ نہیں چھوڑا۔"

فائدہ نمبر ۱۷: عَبِیدہ سلمانی سے ثابت ہے کہ اس قصے میں قاتل نے اپنے مقتول چچا کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اس کے مال کا جلدی وارث بن جائے۔ اس واقعے سے قاتل کو مقتول کی وراثت سے محروم کرنے کا قانونِ الٰہی نافذ ہوا۔ [الطبري] یقیناً وارث اپنے مورِث کے مال کا حقدار اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے موروث کا بہت زیادہ خیر خواہ اور نفع رساں ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی سنگ دل انسان اپنے مورث کے مال پر قبضہ جمانے کے لیے اسے قتل کرے، تو یہ ایسا جرم ہے جس کی وجہ سے وہ میراث سے بالکل محروم ہوگا۔ فرمانِ نبوی ہے: "ليسَ لقاتلٍ ميراثٌ" [ابن ماجه ح:٢٦٤٦ صحيح] قتل عمد کے موانع ارث میں شمار ہونے پر اجماعِ علماء ہے۔ اگرچہ بعض انواع پر ان میں اختلاف ہے۔ اور قاتل کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محروم کرنا قاعدہ سدّ الذریعۃِ کے عین مطابق ہے۔علمائے دین نے اس بارے میں مشہور فقہی قاعدہ بیان کیا ہے: ''مَن استعجَلَ الشيءَ قبلَ أوانِهِ عُوقِبَ بحرمانِهِ'' ''جوکسی چیز کووقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرے، اسے محرومی کی سزا ملے گی۔'' [الأشباه والنظائر للسيوطي ص ١٥٤، الأشباه والنظائر لابن النجيم ص ١٥٩، شرح القواعد الفقهية لأحمد الزرقا ص ٤٧١ ،تفسير السعدي سورة النساء:١١]

فائدہ نمبر ۱۸: مذکورہ قصہ میں جب مقتول کو معجزانہ طور پر زندہ کیا گیا، تو اس کے اقرار کو معتبر قرار دیا گیا۔اس طرح کے واقعات میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) مقتول آخری سانسوں میں اپنے قاتل کی نشاندہی کرے۔امام مالک نے اس قصے سے استدلال کر کے اس کا قول معتبر مانا ہے۔نیز حضرت انس ﷜ کی حدیث میں ہے ''ایک یہودی نے ایک مسلمان بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کے زیورات ہتھیا لیے تھے، پھر اس سے بلیک لسٹ لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آخری سانسوں میں یہودی کی نشاندہی کر کے فوت ہوگئی۔پھر اس نے بھی اقرار کیا تو اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان پھوڑ دیا گیا۔'' [البخاري ح:٦٨٧٦، ٦٨٨٤] جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس واقعے میں قاتل کا تعین اس کے اقرار سے ہوا تھا۔اگر متہم شخص اقرار نہ کرے، تو اس میں ''قسامہ'' ہوگا۔

(۲) اگر مقتول کی لاش کسی آبادی سے مل جائے تو اس میں مزید قرائن تلاش کی جائے گی۔اگر آبادی والوں کی اس مقتول سے واضح دشمنی ثابت ہو، تو قسامہ ہوگا۔یعنی آبادی والوں میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا ہے۔(اور وہ اس کے قاتل کو نہیں جانتے۔) اگر وہ قسم کھائیں تو ذمہ قتل سے بری ہوں گے۔اگر وہ قسم سے انکار کردیں، تو مقتول کے قبیلہ والوں میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ اس کے قاتل یہ آبادی والے ہیں۔پھر وہ قتل کے ذمہ دار ہوں گے۔''قسامہ'' کی تفصیل حدیث عبداللہ بن سہل ﷜ میں آئی ہے، جسے خیبر میں قتل کیا گیا تھا۔[صحيح البخاري ح:٣١٧٣] اگر قسامہ کے ذریعے آبادی والے ذمہ دار ٹھہریں، تو ان سے قصاص لیا جائے گا یا دیت؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیے: [القرطبي ١/٤٥٧-٤٦٢، ابن كثير، البغوي]

دورِ جاہلیت میں قسامہ کا پہلا واقعہ حضرت ابن عباس ﷜ نے نقل کیا ہے: ''قریش کے کسی قبیلہ والے نے ایک ہاشمی کو مار ڈالا تھا۔بعد میں قاتل کے قبیلہ والوں میں سے 48 افراد جھوٹی قسم کھا کر ذمہ قتل سے بری ہوگئے تھے۔پھر ایک سال کے اندر سارے قسم اٹھانے والے مر گئے تھے۔'' [البخاري ح:٣٨٤٥]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فائدہ نمبر۱۹: امام قرطبی کا بیان ہے: جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سوال پر گائے کے اوصاف واضح فرمائے، تو ان پر مذکورہ صفات کی حامل گائے ذبح کرنا لازمی ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ واضح صفات کے ساتھ موصوف جانور میں بیع السلم جائز ہے۔ یعنی اگر کوئی کسی شخص سے پیشگی قیمت لے کر خاص صفات کا حامل جانور بیچ دے، تو جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ صفات کا واضح ہونا تعیین کے قائم مقام ہے۔ اس بارے میں اس حدیث سے بھی استئناس کیا گیا ہے: ''لا تباشر المرأةُ المرأةَ فتنعتَها لزوجِها حتىٰ كأنه ينظر إليها'' [البخاري ح:٥٢٤١] ''کوئی خاتون دوسری خاتون سے نہ چمٹے، کہ اپنے خاوند کو اُس عورت کے اوصاف جسمانی ایسے بیان کرے، گویا وہ شخص اسے دیکھ رہا ہو۔'' اس حدیث میں تفصیلی صفات کے بیان کو ''مشاہدہ'' کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ [القرطبي، ابن كثير]

فائدہ نمبر۲۰: فرمانِ الٰہی ﴿وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝﴾ اس کلام میں ان شاء اللہ کہتے ہوئے ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی جانب رجوع اور اپنے کیے پر ندامت کا اظہار ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے: ''اگر بنو اسرائیل نے ان شاء اللہ نہ کہا ہوتا، تو اس گائے کو نہ پاتے۔'' [الطبري، ابن كثير، القرطبي، التفسير الصحيح، الضعيفة ح:١٦٥٢] اس سے ''ان شاء اللہ'' کہنے کی اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بھی اس کی تلقین فرمائی ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [الكهف ٢٤] ''اور ہرگز یوں نہ کہنا کہ میں یہ کام کل کروں گا، مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ دینا۔''

''ان شاء اللہ'' کے فوائد میں یہ بھی شامل ہے کہ قسم کے ساتھ ملا کر کہا جائے، تو اس کی مخالفت پر قسم نہیں ٹوٹتی۔

نیز ''ان شاء اللہ'' کہنے سے نصرتِ الٰہی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''میں آج رات ایک سو یا ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، ہر ایک سے ایک ایک بچہ پیدا ہوگا، جو راہِ الٰہی میں جہاد کریں گے۔'' پھر ایک عورت کے سوا کسی کو حمل نہیں ہوا، اس نے بھی ناقص بچہ جنا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''اگر انہوں نے ان شاء اللہ کہا ہوتا تو سب کے ہاں بچے ہوتے اور سب شہسوار بن کر جہاد کرتے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اس کی قسم بھی نہ ٹوٹتی۔'' اس لفظ پر امام بخاری نے باب باندھا ہے: باب الاستثناء في الأيمان [البخاري ح:٢٨١٩، ٧٤٧٩]

فائدہ نمبر۲۱: ﴿وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝﴾ اگرچہ قتل رات کے وقت لوگوں سے چھپا کر کیا گیا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے راز فاش کر دیا۔ اور دنیا میں ہی قاتل کو رسوا کر دیا۔ مسیّب بن رافع نے کہا: اگر کوئی شخص

© rasailojaraid.com